مولانا مسمر محمد صاحب

حدیث و سنّت

قرآنِ کریم کی روشنی میں

اس قسم کی آیات بکثرت ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو فرض قرار دیا گیا ہے، ان تمام کا احاطہ تفصیل طلب ہے۔ چند مقامات جنمیں اطیعوا سے حکم دیا گیا ہے یہ ہیں۔ پ۳ ع۱۲، پ۴ ع۵، پ۷ ع۲، پ۹ ع۱۵-۱۷، پ۱۰ ع۲، پ۱۶ ع۱۲، پ۱۸ ع۱۳، پ۲۶ ع۲۸، پ۲۸ ع۲-۱۶ ۔

یہ آیات دو قسم کی ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جن میں مستقل طور پہ دو الگ الگ جملوں میں اللہ تعالیٰ اور آپ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔ اور دونوں کی نافرمانی پہ عذاب کی وعید اور دونوں کی اتباع پہ اخروی نجات و فلاح کا وعدہ کیا گیا۔ ایسی آیات کافی ہیں۔ مثلاً واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واحذروا۔ اللہ کی فرمانبرداری کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور نافرمانی سے بچو۔

بعض آیات ایسی بھی ہیں جن میں جملے کے عطف جملے پر نہیں بلکہ لفظ رسول کا عطف اللہ پہ ہے۔ اور اطاعت و فرمانبرداری کے ضروری ہونے میں دونوں شریک ہیں۔ ان میں بھی صراحتاً رسول کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کی طرح واجب ٹھہرایا گیا۔ اگرچہ مستقل دو جملوں والی آیات ان سے ابلغ ہیں۔ اور ادخی بالمقصود ہیں۔

اطاعت کے معنی (گردن نہادن) یعنی تعمیل حکم اور فرمانبرداری کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اسکی الہامی کتاب (قرآن کریم) پہ عمل پیرا ہونا ہے۔ جس کے اوامر میں ایک امر اطاعتِ رسول بھی ہے۔ اور نواہی میں عصیانِ رسول سے ممانعت بھی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی اطاعت کرانے پہ اکتفاء نہیں کیا، بلکہ مستقل طور پہ اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا تو اس سے صرف آپکی تلاوت آیاتِ قرآنیہ کا استماع اور ان کی تعمیل مراد نہیں، کیونکہ آیاتِ قرآنیہ کی تعمیل تو اطیعوا اللہ کے حکم میں آگئی۔ اگر دونوں کو گڈمڈ کرکے صرف قرآن کی تعمیل کا مصداق بنایا جائے تو کلام باری تعالیٰ میں ایک کا ذکر بے فائدہ اور عبث ہوگا جو کلامِ باری میں ممکن نہیں۔ علاوہ ازیں عطف کی اصل وضع اصول نحویہ کی رو سے مغایرت اور الگ الگ حکم

بیان کے لئے۔ کیونکہ تاکید سے تاسیس اولیٰ ہے۔ اور عطف تفسیری مجازاً ہوتا ہے۔ اور وہ بھی وہاں جہاں اسکی مجازیت پر قرائن واضحہ موجود ہوں۔ مگر ان آیات کا سیاق وسباق اور شان نزول قطعاً اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ یہاں عطف تفسیری نہیں۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر کی تعمیل، عصیان سے رکنے اور آپ کے فیصلہ جات پر بلاچون وچرا رضامند رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ احکام صرف وہی نہیں جو قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ حرام وحلال چیزیں صرف وہی نہیں۔ جنکا ذکر قرآن عظیم میں آچکا ہے۔ بلکہ بہت سے احکام اور بہت سی چیزوں کی حلت و حرمت اللہ تعالیٰ نے وحی خفی کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی اور آپ نے امت پر واضح کر دی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عن المقدام بن معدیکرب قال قال	حضرت مقدام بن معدیکربؓ فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا انی اوتیت	کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو بیشک
القرآن ومثلہ معہ الا یوشک رجل	مجھے (اللہ کیطرف سے) قرآن اور اس
شبعان علی اریکتہ یقول علیکم	جتنے اور احکام بھی دیئے گئے ہیں عنقریب
بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال	ایک زمانہ آئیگا کہ آسودہ حال آدمی کرسیاں
فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام	اور بنچوں پر تکیے لگاکر کہے گا۔ کہ لوگو تم پر
فحرموہ وان ما حرم رسول اللہ کما	صرف قرآن کی اطاعت واجب ہے۔
حرم اللہ الا لا یحل لکم الحمار الاھلی	اس میں جو چیز حلال معلوم ہو۔ اسے حلال
ولا کل ذی ناب من السباع ولا لقطۃ	سمجھو اور اس سے جو چیز تمہیں حرام معلوم
معاھد الا ان یستغنی عنھا صاحبھا۔ الخ	ہو، حرام سمجھو۔ اور سنو! اللہ کے رسول

نے بھی بعض چیزوں کو حرام فرمایا ہے۔ جیسے اللہ نے حرام فرمایا ہے۔ خبردار تمہارے لئے پالتو گدھے حلال نہیں ہیں۔ اور کچلیوں سے چیر پھاڑ کرنے والے درندے حلال نہیں۔ اور کسی معاہد قوم (کافر) کی گری پڑی چیز حلال نہیں۔ مگر یہ کہ اس کا مالک اس سے مستغنی ہوجائے۔ (مشکوٰۃ ص۲۹۔ بحوالہ ابوداؤد والدارمی وابن ماجہ)

ایک دوسری حدیث میں یوں ہے کہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ مجلس سے اٹھے اور فرمایا:

ایحسب احدکم متکئا علی اریکتہ	کیا تم میں سے کوئی شخص بنچوں پر تکیہ لگاکر یہ

یظن ان اللہ لم یحرم شیئاً الا ما فی ھذا القرآن الا وانی واللہ قد امرت ووعظت ونھیت عن اشیاء انھا لمثل القرآن او اکثر ۔ الخ (مشکوٰۃ ص ۲۹ رواہ ابوداؤد)	گمان کرے گا۔ کہ اللہ نے صرف وہی کچھ حرام کیا ہے جو قرآن میں مذکور ہے۔ خبردار بیشک اللہ کی قسم میں نے بھی بہت سی چیزوں کا حکم دیا۔ اور وصیت کی اور بہت سی چیزوں سے منع کیا ہے۔ جو قرآن جتنی ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔

یہ دو حدیثیں زمانہ حال کے منکرین حدیث کے متعلق حرف بحرف صحیح پیشنگوئی ہیں۔ اعاذنا اللہ من مصداقہ۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو شرعاً حجت تسلیم نہ کیا جائے تو حلال و حرام کا دائرہ بہت ہی محدود ہوگا۔ کیونکہ قرآن کریم میں تو بنیادی طور پر صرف ان چیزوں کی حرمت کا ذکر ہے۔ جنکو مشرکین عرب بلا دلیل حلال سمجھتے تھے اور اس کے مقابل اپنی طرف سے بعض چیزوں کو حرام ٹھہرا رکھا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کرواتے ہیں:

قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانہ رجس او فسقا اھل لغیر اللہ بہ (الانعام - ع - ۱۸)	آپ فرما دیجئے جو وحی میری طرف کی گئی ہے اس میں کھانے والے پر میں کسی چیز کو حرام نہیں پاتا۔ جو اسکو کھاوے۔ مگر یہ کہ وہ چیز مردار ہو یا سور کا گوشت ہو کیونکہ وہ (تمام اجزا سمیت) ناپاک ہے۔ یا ناجائز ذبیحہ ہو جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے۔

یہ آیت تقریباً اسی مضمون سے دیگر تین مقامات پر بھی آئی ہے۔ جس میں ان چار قسم کی چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حصر حقیقی نہیں۔ کہ ماکولات میں صرف یہی چار چیزیں حرام ہوں اور باقی دنیا کی سب چیزیں حلال ہوں۔ بلکہ یہ حصر اضافی ہے۔ اور ان جانوروں کی بہ نسبت ہے جن کو مشرکین از خود حرام سمجھتے تھے۔ حتیٰ کہ دودھ اور رکوب و باربرداری کے منافع بھی جائز نہیں سمجھتے تھے۔ سو اللہ تعالیٰ ان کی تردید کرتے ہوئے سمجھاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ چیزیں قطعاً حرام کی ہیں۔ مگر بعض کو تم حلال سمجھ بیٹھے ہو۔ اور ان کے علاوہ بحیرۃ سائبہ اور حام وصیلہ جانور تو حلال کئے ہیں، مگر تم از خود انہیں حرام سمجھتے ہو۔

معلوم ہوا کہ اس آیت میں حرام و حلال سب اشیاء کی تفصیل نہیں۔ بلکہ بہت سی چیزوں کی

حلت و حرمت اور ان کے احکام کی تفصیل اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر موقوف کردی۔ چنانچہ سورۃ اعراف میں اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف عالیہ میں فرماتے ہیں:

یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث۔ الآیۃ۔ اعراف۔ ع ۱۹

وہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے۔ اور بری باتوں سے روکتا ہے۔ اور ان کے لئے پاکیزہ وستھری چیزوں کی حلت بیان کرتا ہے۔ اور گندی وناپاک چیزوں کی حرمت بیان کرتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اشیاء کی حلت وحرمت کی تبیین شارع علیہ اسلام کا ایک اہم اور مستقل منصب ہے جس کی بدولت وہ امت کے سامنے اشیاء کے شرعی احکام تفصیلاً بیان کرتا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر آیات میں بھی تحریم وتحلیل کی نسبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف کی گئی ہے۔ تحلیل وتحریم کی یہ نسبت آقاء نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اگرچہ مجازی اور تبیین کے درجے میں ہے۔ (کیونکہ نصوص قطعیہ صریحہ کے علاوہ باجماع امت محلل ومحرم اور شارع حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات گرامی ہے۔ نبی اور رسول تو وحی خفی کے ذریعہ اس کے احکام کا مبین اور شارح ہوتا ہے۔ لہذا ان آیات سے آپ کے مختار کل وفعال لمایرید ہونے یا شارع حقیقی ہونے پر اہل بدعت کا استدلال قطعاً غلط ہے۔ مگر ان سے اتنا ضرور معلوم ہوا کہ بہت سی اشیاء کی حلت وحرمت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اسی کا نام سنت وحدیث ہے اور ہمارے لئے قابل تسلیم اور واجب العمل ہے۔

اب اگر قرآن کریم کی مذکورہ آیات کے ظاہری مفہوم کے پیش نظر صرف ان چار قسم کی چیزوں کو حرام مانا جائے اور آپ کی حلال وحرام فرمودہ اشیاء کو چھوڑ دیا جائے تو بہت سی حلال چیزوں کو ہم اس لئے چھوڑ بیٹھیں گے کہ ان کی حلت کا قرآن کریم میں صاف ذکر نہیں، اور دیگر شرعی دلیل ہمارے لئے حجت نہیں تو یہ چیز مشتبہ بین الحرام والحلال ٹھہریں تو عقلاء کے قانون مسلمہ کے پیش نظر مشتبہ اور خطرناک چیز سے بچنا بہتر ہے۔ اور بہت سی حرام چیزوں کو ہم حلال سمجھیں گے۔ کیونکہ قرآن میں ان کی حرمت کا وجود نہیں اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام یا اجماع امت کی حرمت حجت نہیں تو اسطرح تو کتا، بھیڑیا، بلی، چوہا، چیل، گدھ وغیرہ قطعی حرام جانوروں کی حلت لازم آئے گی (العیاذ باللہ)

الغرض آپ کی بیان کردہ حلت وحرمت یقیناً حجت ہے اور سورۃ اعراف مذکورہ آیت کریمہ حجیت حدیث پر آفتاب نصف النہار کیطرح روشن دلیل ہے۔

ایک نکتہ | جن آیات میں اطاعۃ اللہ کیطرح اطاعت رسول کا صریح حکم ہے۔ منکرین حدیث ان سے یوں گلو خلاصی کراتے ہیں۔ کہ آپ کی اطاعت وقتی اور عارضی تھی۔ دائمی اور مستقل ہر امتی کیلئے نہ تھی۔ چونکہ آپ ان کے سربراہ مملکت، سپہ سالار یا حاکم اعلیٰ ہوتے تھے۔ تو اس حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات تک آپکی اطاعت کو واجب قرار دیا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی اطاعت نہیں۔ بلکہ اس کے قائم مقام مرکز ملت کے احکام کی اتباع واجب ہے۔ (ملاحظہ ہو طلوع اسلام)

مگر ان کا یہ کہنا سراسر باطل اور جہالت کی بڑی دلیل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں کہیں بھی اطاعت کا حکم دیا اطیعوا اللہ والرسول فرمایا۔ یعنی اپنی اطاعت کیلئے تو اپنا اسم ذاتی و جلالی لفظ اللہ جو تمام صفات کمالیہ کو جامع ہے۔ منتخب فرمایا۔ جس سے اشارہ نکلا کہ اس ذات کی اطاعت کہ جو ازل سے ابد تک موجود رہے گی۔ اور اس کے حق میں فناء و عدم کا تصوّر ہی نہیں۔ لہذا اسماء صفاتیہ پر اسم ذاتی کو ترجیح دی۔ لیکن اس کے برعکس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو آپ کے اسم ذاتی سے سے بیان نہیں فرمایا کہ: اطیعوا محمدا او احمد کہا جاتا۔ تاکہ آپ کے وجود ذات سے اطاعت لازم ہوتی۔ اور نہ ہی کسی ایسے وصف سے ذکر کیا جو آپ کے ساتھ مختص نہیں۔ بلکہ دیگر انبیاء علیہم السلام میں بھی مشترک ہے۔ (بلکہ ایسے وصف سے کیا جو) اور تا قیامت اس کا انفکاک آپ سے ممکن نہیں۔ اور اسے فناء نہیں۔ اور وہ وصف رسالت ہے۔

تو اطیعوا الرسول۔ کہہ کر یہ اشارہ فرما دیا کہ نبی کی اطاعت بحیثیت وجود ذات یا حیات کے لازم نہیں ہوتی، ورنہ دعوی نبوّت سے قبل بھی اطاعت فرض ہونی چاہئے۔ بلکہ بحیثیت رسول اور نبی ہونے کے اطاعت فرض ہوتی ہے۔ مکان و زمان قوم و نسل کے لحاظ سے اگر نبوّت محدود ہوگی تو اسکی اطاعت کا وجوب بھی اس طرح محدود ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی نبوتیں چونکہ محدود زمان و مکان اور خاص اقوام پر مشتمل تھیں۔ لہذا اب ہم پر ان کی اطاعت لازم نہیں۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ سے ایک حدیث یوں آتی ہے۔

عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت جابر بن عبداللہ انصاری حضور صلی اللہ
حین اتاہ عمر فقال انا نسمع احادیث	علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کے
من یہود تعجبنا افتری ان نکتب	پاس حضرت عمر فاروق اعظم آئے اور کہا کہ
بعضہا فقال امتھوکون انتم کما	ہم یہود سے کچھ باتیں سنتے ہیں جو ہمیں
تھوکت الیہود والنصاری لقد	پسند آتی ہیں۔ آپ کیا اجازت دیتے

جئتکم بیضاء نقیۃ ولو کان موسیٰ حیا ما وسعہ الا اتباعی (رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان) مشکوٰۃ ص ۳۰

ہیں کہ ہم ان سے کچھ لکھ لیا کریں۔ تو آپ نے خشمگیں ہو کر فرمایا: کہ کیا تم بھی (اپنی شریعت کے معاملے میں) یہود و نصاریٰ کی طرح متحیر ہونے والے ہو۔ بیشک میں تمہارے پاس چمکدار شریعت اور ہر قسم کے نقائص سے پاک نظام لایا ہوں اگر آج حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میری اتباع کے بغیر انہیں کوئی چارہ کار نہ تھا۔

معلوم ہوا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کا نبوتوں کا زمانہ محدود تھا۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے تاقیامت سراجاً منیراً (عالم دنیا کو نورِ ہدایت سے منور کرنے والا سورج) بن کر آنے سے انکی اطاعت واجب نہ رہی۔ اب صرف تاقیامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی ہر شخص پر واجب ہے۔

مذکورہ ذیل آیت کریمہ سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے کہ ہر نبی اپنی قوم کیلئے مطاع بن کر آیا۔ اور امت کے ہر فرد پر بعد از وفات نبی بھی اطاعت واجب رہی تاآنکہ دوسرا نبی مبعوث ہوا۔

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ النساء ع ۹

ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا۔ مگر صرف اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اسکی فرمانبرداری اور اطاعت کی جائے۔

...

جب وجوب اطاعتِ رسول اللہ کی اطاعت کی طرح وصف رسالت و نبوت کے ساتھ لازم ہے۔ تو وجوب اطاعت تا وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وہی شخص کر سکتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تا وفات (صرف ۲۳ سال کیلئے) نبی مانتا ہو اور بعد از وفات نبوت کا منکر ہو۔ مگر جو شخص حضور فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم کو قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً فرما دیجئے۔ اسے روئے زمین کے تمام لوگو میں تم سب کی طرف پیغمبر بن کر آیا ہوں ــــ اور۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً ونذیراً۔ (سباء ع ۳) ہم نے آپ کو (تاقیامت) تمام لوگوں کیلئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اور تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا۔ (الفرقان ع ۱) برکات دہندہ وہ ذات ہے جس نے اپنے بندے پر حق و باطل کے درمیان فارق کتاب اس لئے اتاری کہ وہ سب جہانوں کے لئے نبی ہو ــــ جیسی آیت کریمہ کے پیش نظر خاتم الرسل والانبیاء اور تاقیامت۔ بلاتفریق تمام اقوام و ملل اور روئے زمین کے ہر خطہ کے جن و انس کیلئے نبی برحق مانتا ہے۔ اور آپکی نبوت میں زمانی

مکانی یا قومی کسی قسم کی تخصیص نہیں سمجھتا۔ اور آپکی لائی ہوئی شریعت اور لائحہ عمل کو ہر زمانہ کیلئے کافی و شافی اور قابل عمل سمجھتا ہے۔ اور ہر زمانہ کے نشیب و فراز میں احکام قرآنی کی توضیح و تشریح کیلئے حدیث نبوی کی اہمیت اور ضرورت کا قائل ہے۔ وہ ایسی بیہودہ بات کی ہرگز جسارت نہیں کر سکتا۔

(ھذا ما عندی واللہ اعلم)

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی	فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو
یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم	تو ضرور میرا اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت
واللہ غفور الرحیم۔	فرمائے گا۔ اور تمہارے سب گناہ بخش دیگا۔
(آل عمران - ۴)	اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

مومن کا مطلوب حقیقی اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسکی کامل محبت ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اسے مقبولیت اور محبوبیت کا کچھ مقام حاصل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے حصول کا واحد ذریعہ انحصار کرتے ہوئے بتاتے ہیں۔ کہ میری محبت و اطاعت میرے نبی کی اطاعت میں مضمر ہے۔ اسکی اطاعت کے بغیر میری اطاعت و محبت کا دعویٰ سراسر فریب ہے۔ تو جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم عقائد، عبادات، تبلیغ و ارشاد، سفر و حضر۔ امن و جنگ۔ معاملات و عقوبات، سیاسیات، تہذیب و تمدن و اخلاق حسنہ اور معاشرتی امور وغیرہ ہر امر میں رضائے مولیٰ کے طالب اور اسکی محبت کے خواہاں ہوں گے اور اس کے استحصال میں جو طریقے متعین کریں گے اور ان پہ گامزن ہونے کا حکم فرمائیں گے۔ تمہیں بھی ہو بہو اسی طرح کرنا ہوگا۔ اور انہی کے نقش قدم پر چلنے سے اللہ کے مطیع اور محب ہونے کی سند ملے گی ورنہ ۔۔

خلاف پیمبر کسے راہ گزید　　که ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اس آیت کریمہ میں غیر مشروط طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو واجب اور رضائے مولیٰ کا ذریعہ قرار دیا گیا۔ تو یہ انبیاء کرام کی معصومیت اور انکی وجوب اطاعت پر ایک اہم دلیل ہے۔

لقد من اللہ علی المومنین	اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا ان
اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم	میں رسول انہی میں کا پڑھتا ہے ان پر آیتیں
یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم	اسکی اور پاک کرتا ہے ان کو یعنی شرک
ویعلمہم الکتاب والحکمۃ وان	وغیرہ سے اور سکھاتا ہے، ان کو کتاب
کانوا من قبل لفی ضلال مبین	اور کام کی بات اور وہ تو پہلے سے صریح
(آل عمران - ۱۷)	گمراہی میں تھے۔ (ترجمہ: حضرت شیخ الہندؒ)

یہ آیت اپنے محل اور مقام کے مناسب الفاظ و صیغ کی معمولی تفسیر سے چار مقامات پر آئی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار بنیادی اور اہم مناصب ذکر فرمائے ہیں۔ ۱۔ تلاوت آیات ۲۔ تزکیہ قلوب ۳۔ تعلیم و تفہیم کتاب ۴۔ تعلیم حکمت۔

فریضہ اول۔ تلاوت آیات کا مطلب ظاہر ہے کہ بلاکم و بیش قرآنی الفاظ منطوقہ کو پڑھ کر سنا دیا جائے۔

دوسرا فریضہ۔ تزکیہ نفس[1] ہے کہ آپکی صحبت بابرکت میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی تھی کہ آپ کی مجلس قدسیہ میں آجانے سے کفر و شرک، حسد و بخل، عناد و بغض وغیرہ اوصاف رذیلہ جو صدیوں سے قلوب پر مستولی ہوتے تھے، ایک نگاہ توجہ سے کافور ہو جاتے تھے، اور آناً فاناً چند لمحوں میں دل کی دنیا بدل جاتی تھی۔ اور ظلمت کدہ قلوب، شمع ہدایت بن کر دوسروں کے ہادی ہونے کے اہل بن جاتے تھے۔

تیسرا فریضہ کتاب اللہ کی تعلیم و تفہیم۔ اسکی تلاوت کے مغایر اور الگ چیز ہے۔ کیونکہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخاطبین کے فہم و سمع کے مطابق مختلف تعبیرات اور الفاظ سے اس کے معنیٰ اور مراد کو سمجھائیں گے۔ چنانچہ امام رازی تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۰۴ میں زیر آیت ویعلمکم الکتاب والحکمۃ کے لکھتے ہیں۔ اما قولہ تعالیٰ ویعلمکم الکتاب اللہ تعالیٰ کا قول ویعلمکم الکتاب فلیس بتکرار لان تلاوۃ القرآن غیر تعلیمہ ایاھم۔ مکرر نہیں ہے، کیونکہ تلاوت قرآن تعلیم قرآن سے الگ چیز ہے۔ تو یہ الفاظ اگرچہ آپ کے اپنے ہوں گے مگر معنیٰ اللہ کی طرف سے القاء ہوگا۔ اور اصطلاحاً دونوں کو وحی کہتے ہیں، کیونکہ ارشاد ہے:

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ (النجم۔ ع۔ ۱)	ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی دینی معاملے میں اپنی خواہش اور اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا وہ تو وحی خداوندی ہے، جو اس پر بھیجی جاتی ہے۔

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ جو محروم العقیدت لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تین چار مسلمانوں کے سوا باقی سب لوگ لاکھوں کی تعداد میں مرتد ہو گئے۔ اور ان کے دلوں میں کفر و شرک اور بغض عترت نبوی بدستور بھرا ہوا تھا۔ (معاذ اللہ) تو وہ لوگ گویا حضورؐ کو تزکیہ نفس کے منصب کا اہل ہی نہیں سمجھتے۔

تو چند واقعات کے بغیر وہ ہزاروں امور جو آپ کی لسان نبوت سے صادر ہوئے ہیں (اور ان پر تنبیہہ نہیں کی گئی) وہ سب کے سب ثبوت قطعی کے بعد قطعیت میں قرآن کی طرح ہیں۔ ہاں درجے میں قرآن سے مؤخر ہیں۔

چوتھا فریضہ تعلیم حکمت ہے۔ حکمت کا معنی و مصداق جمہور مفسرین اور محدثین حکمت کا معنی سنت سے کرتے ہیں اور کتاب و حکمت کے تقابل اور سیاق و سباق نظم قرآنی سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ اور یہی اصح ہے۔ چنانچہ امام المفسرین ابو الفداء عماد الدین حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ اپنی شہرۂ آفاق تفسیر ص ۱۸۳ ج ۱ پر لکھتے ہیں:

والمراد بالحکمۃ السنۃ قالہ الحسن	کہ حکمت سے مراد سنت ہے، امام حسن بصری
ومقاتل بن حیان وابو مالک وغیرہم	مقاتل بن حیان اور ابو مالک وغیرہ مفسرین
وقیل الفہم فی الدین ولا منافاۃ۔	کا یہی قول ہے، بعض نے کہا کہ حکمت
	کے معنی دین کی سمجھ کے ہیں۔ مگر ان میں کوئی تضاد نہیں۔ (کیونکہ سنت ہی سے دین کا فہم حاصل ہوتا ہے۔)

امام رازی تفسیر کبیر ص ۲۰۴ ج ۲ میں لکھتے ہیں:

فاما الحکمۃ فهی العلم بسائر الشریعۃ	حکمت باقی سب شریعت کے علم کو کہتے
التی یشتمل القرآن علی تفصیلها	ہیں جس کی تفصیل پر قرآن کریم مشتمل ہے۔ اس
ولذلك قال الشافعی رضی اللہ عنہ	لئے امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ حکمت
الحکمۃ هی سنۃ الرسول علیہ السلام۔	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی کا نام ہے۔

تو اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ المتوفی ۲۰۴ھ بھی حکمت کا معنی سنت نبوی کرتے ہیں۔ اور امام رازی بھی اس کو ترجیح دے رہے ہیں۔

امام ابن کثیر ص ۴۲۴ ج ۱ سورہ آل عمران کے تحت فرماتے ہیں: ویعلمهم الکتاب۔ وهو القرآن۔ والحکمۃ۔ وهی السنۃ۔ رسول انکو کتاب کی تعلیم دیتا ہے۔ اور وہ قرآن ہے۔ اور حکمت کی اور وہ سنت ہے۔ اس کے علاوہ چھ مقامات پر لفظ حکمت آیا ہے۔ ابن کثیر نے مختار تفسیر سنت سے کی ہے۔

علامہ ابو حیان اندلسی تفسیر البحر المحیط ص ۳۹۳ ج ۱ پر متعدد قریب قریب بمعنی اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وجمیع هذه الاقوال قولان	ان تمام اقوال کا حاصل اور نچوڑ دو قول ہیں

احدھما القرآن والآخر السنۃ۔ ایک یہ کہ حکمت کا مصداق قرآن ہو۔ دوسرے یہ کہ سنت ہو۔ ...

تفسیر ابو سعود بر حاشیہ تفسیر کبیر صفحہ ۲ ج ۱۴ پر حکمت کا دوسرا معنی یہ ہے۔

وقیل المراد بالحکمۃ السنۃ۔ کچھ حضرات کا یہ قول ہے کہ حکمت سے مراد سنت ہے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی حکمت کو علوم نبوت کے ساتھ مختص کرتے ہیں اور یؤت الحکمۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ای العلم النافع علی ماھو فی نفس الامر الموصل الی رضاء اللہ تعالیٰ والعمل بہ وذالک لایتصور الا بالوحی (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۳) یعنی واقعہ کے مطابق علم نافع جو اللہ کی رضاء کا ذریعہ بنے اور اس کے ساتھ عمل کی توفیق بھی ہو اور اس کا تیقن اور علم وحی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہ علوم و اعمال در اصل تو انبیاء کے ہیں۔ اور ان کے واسطہ سے وراثۃً علماء امت کو نصیب ہوتے ہیں۔

اس تفصیل کے بعد اظہر من الشمس ہوگیا کہ حکمت کا جامع ترین مصداق حدیث و سنت یعنی علوم نبوت ہیں۔

علاوہ ازیں حکمت کا عطف الکتاب پر ہے۔ اور عطف میں اصل معطوف و معطوف علیہ میں مغایرت ہے۔ اور انکی وحدانیت قرائن کی محتاج ہوتی ہے۔ لہذا اس سے غیر قرآن یعنی سنت مراد لینا بہر حال اولیٰ ہے سنت بھی قرآن کی طرح منزل من اللہ ہے۔ چند آیات قرآنیہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) وانزل اللہ الیک الکتاب والحکمۃ (النساء - ع ۱۷) اللہ تعالیٰ نے آپکی طرف کتاب و حکمت کو نازل کیا۔

(۲) واذکروا نعمۃ اللہ علیکم وما انزل علیکم من الکتاب والحکمۃ یعظکم بہ۔ (البقرہ - ع ۲۹) اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر اس نے کی ہے۔ اور جو کچھ کتاب و حکمت اس نے تم پر نازل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اسکی تاکید کرتا ہے۔ ...

(۳) واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمۃ۔ امہات المؤمنین جو کچھ تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور (انکی تفسیر میں) حکمت کی باتیں تلاوت کی جاتی ہیں۔ ان کو یاد کرتی رہو۔

اس آیت کریمہ میں آیات اللہ کے ساتھ حکمت کے متلو ہونے کی بھی تصریح ہے۔

☆